کلامِ نبوی ؐ کی صحبت میں

خرم مراد

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مومن کا معاملہ بھی کیا عجیب ہے! اسے جو کچھ بھی پیش آئے' وہ اس کے لیے سراسر خیر ہوتا ہے۔ اور یہ دولت مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں --- جب اسے کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ (اللہ کا) شکر کرتا ہے' اور (اس طرح) نعمت اس کے لیے واقعی خیر بن جاتی ہے۔ اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ (اللہ کے لیے) صبر کرتا ہے' اور (اس طرح) مصیبت بھی اس کے لیے سراسر خیر بن جاتی ہے (مسلم، بحوالہ ریاض الصالحین، باب الصبر)۔

زندگی کا ہر معاملہ' ہر لحہ' دو میں سے ایک حالت سے خالی نہیں: نعمت' آرام' خوشی' نفع' یا مصیبت' تکلیف' رنج' نقصان --- خواہ ہمیں بعض اوقات نعمت اور نفع نقصان کا شعور نہ ہو۔

نعمت کا احساس ہو تو ہم خوش ہوتے ہیں' اسے خیر سمجھتے ہیں۔ لیکن وقت گزرتا ہے تو خوشی بھی گزر جاتی ہے' اور آخری سانس کے ساتھ تو ہر راحت' ہر نفع اور ہر خوشی بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ تو یہ خیر کیسا خیر؟

لیکن اپنی بساط بھر اللہ کا شکر کرنے' اور اس شکر کا حق ادا کرنے سے یہ ختم ہونے والی' بے حقیقت نعمت اور خوشی ہمیشگی اور ہمیش بہا نعمت اور خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے: واقعی خیر بن جاتی ہے۔

بعض نعمتوں کے نعمت ہونے کا تو شعور بھی ہوتا ہے' اور ان پر خوشی بھی۔ لیکن بہت بڑی بڑی' ناقابلِ تصور نعمتیں ہر لحہ ہمارے اوپر برستی رہتی ہیں: ہر سانس' دل کی ہر دھڑکن' کھانے کا ہر لقمہ' پانی کا ہر گھونٹ' بیماری سے ہر شفا' جسم کے ہر حصے کا' یہاں تک کہ ہر خلیہ کا تحفظ' ہر لحہ' ہر آفت سے تحفظ۔ یہ سب شکر کر کے لازوال نعمتیں کمانے کے مواقع ہیں۔ ہم ان کو اکثر ضائع کرتے رہتے ہیں۔

مصیبت پڑے' تکلیف ہو' تو ہمیں لازماً احساس ہوتا ہے' ہم واویلا کرتے ہیں۔ مگر کتنی ہی بڑی مصیبت ہو' اسے بھی گزر جانا ہے۔ لیکن اپنی بساط بھر صبر کرنے سے مصیبت اور تکلیف بھی ہمیشگی اور ہمیش بہا نعمت اور خوشی بن جاتی ہے۔ اس طرح 'مصیبت کیوں' درد و الم کیوں؟ ہر ذہن کا' ہر فلسفہ کا "پے چیدہ اور لاینحل سوال" کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ مصیبت اور نعمت برابر ہیں' دونوں ابدی انعام و راحت کمانے کا ذریعہ۔

فانی نعمت پر اگر آدمی اترانے لگے، اپنے زور بازو کا نتیجہ سمجھے، تو وہ ایک مصیبت ہے، اور اس کا انجام ہمیشہ کا درد و الم۔ فانی مصیبت پر اگر آدمی صبر کرے، اللہ کی طرف سے جنت کمانے کا ذریعہ سمجھے، تو وہ ایک نعمت ہے، اور اس کا انجام ہمیشہ کی خوشی و راحت۔

○

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے ایک بالشت بھر زمین کے برابر ظلم کیا (اسے غصب کیا)، اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا (جنھیں وہ اٹھائے اٹھائے پھرے گا) (بخاری، مسلم، بحوالہ ریاض الصالحین باب تحریم الظلم)

حضرت ابو امامہ ایاس بن ثعلبہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس نے کسی مسلمان کا کوئی حق مارا، اللہ نے اس پر آگ واجب کر دی اور جنت حرام کر دی۔ ایک آدمی نے پوچھا: اگرچہ کوئی بالکل معمولی چیز ہو؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، اگرچہ ایک پیلو کی لکڑی ہو (مسلم، بحوالہ ایضاً)

معاملات اور انسانی حقوق کی سنگینی کا اس سے بڑھ کر کیا بیان ہو سکتا ہے۔ بالشت بھر زمین کے بارے میں ظلم، اور سات زمینوں کا بوجھ! ایک پیلو کی لکڑی کا حق اور آگ واجب، جنت حرام!
ذرہ برابر بھی ضمیر میں ایمان بالغیب کی روشنی ہو، تو ایک بندہ مومن کسی کا حق مارنے کی جرات کیسے کر سکتا ہے؟
کتنے دین کا نام لینے والے، خوبصورت تحریروں اور تقریروں والے، اقامت دین کا نام جپنے والے، دین کے اس اہم ترین پہلو سے غافل ہیں، اور خود اپنی زندگی میں دین قائم کرنے سے قاصر۔ ان کے ہاتھوں اللہ کا دین کیسے قائم ہو، بندوں کا حق مارنے والوں کو اللہ اپنے نام پر اپنے بندوں کا حکمران کیوں بنائے!

○

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس نے اپنے بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو --- عزت کے معاملہ میں یا کسی بھی چیز کے بارے میں --- وہ آج کے دن ہی اس سے معاف کرا لے، اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ دینار ہوں نہ درہم: (کیونکہ اس دن) جتنا ظلم اس نے کیا اتنی اس کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی، اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں اس پر لد دی جائیں گی (بخاری، بحوالہ ایضاً)۔
حق مارنے، عزت پر دست درازی یا زبان درازی، جیسے گناہوں کے وبال سے چھٹکارا، قصاص یا معافی

کے علاوہ کچھ نہیں۔

معاف کرانے کا وقت آج ہی ہے' کل (موت کے بعد) نہ دیت دینے کے لیے مال ہو گا' نہ معافی مانگنے کا موقع' (الایہ کہ اللہ اپنی رحمت ہی سے کوئی سبیل پیدا کر دے)۔

کل اگر معاوضہ دینا ہوا' تو قیامت کے دن صرف اعمال کی دولت دی جائے گی۔ اپنی عمر بھر کی کمائی ہوئی نیکیوں سے ہاتھ دھو کے' یا مظلوم کی برائیوں کا بوجھ اپنے اوپر لاد کے۔

O

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو شخص کسی معاہد کو قتل کرے گا' وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا' جب کہ جنت کی خوشبو ۴۰ برس کے فاصلے سے پائی جا سکتی ہے (بخاری' بحوالہ مشکوٰۃ' باب کتاب القصاص)۔

ایک روایت میں ہے ۷۰ برس (نسائی)' ایک اور روایت میں ہے ۱۰۰ برس (ابن حبان)' اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا (ابو داؤد)۔

معاہد وہ غیر مسلم ہے جو تحفظ' امن' یا شہریت کے معاہدہ کی بنا پر مسلمان ملک میں رہ رہا ہو۔
مسلمان معاشرہ میں رہنے والے عیسائی' یہودی' ہندو' دیگر کافرین کی جانیں بھی اسی طرح محترم و محرم ہیں جس طرح مسلمانوں کی جانیں۔
قانونی حق ثابت ہوئے بغیر' جو مسلمان ان میں سے کسی کا خون بہائے گا' وہ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔

O

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں:
بہت کم ایسا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو ایسی بات پر جو آپ کو ناپسند ہوتی' منہ در منہ ٹوکتے۔

ایک دفعہ ایک شخص آپؐ کی خدمت میں آیا' اس (کے لباس) پر زردی کا نشان تھا۔ جب وہ مجلس سے اٹھ گیا' تو آپؐ نے فرمایا: اگر یہ اس زردی کو بدل ڈالتا' یا صاف کر دیتا (تو بہتر ہوتا) (الادب المفرد' بحوالہ عبدالغفار حسن' انتخاب حدیث' ص ۸۳)

منہ در منہ ٹوکنا منع نہیں' لیکن یہ حضورؐ کے اخلاق کریمانہ' آپؐ کی حیا و مروت اور کمال شفقت و رحمت کا مظہر ہے کہ آپؐ ایسا کرنا پسند نہ کرتے۔

اصلاح و تربیت میں انسانی نفسیات کا لحاظ حکمت کا ضروری تقاضا ہے۔ دوسروں کے سامنے ٹوکے جانے

سے انسان کی انا کو ٹھیس پہنچتی ہے' اور اس میں فوراً مخالفانہ ردعمل پیدا ہوتا ہے۔ وہ تاویل اور دفاع پر اتر آتا ہے۔ اس لیے تنہائی میں' یا کسی کے ذریعہ' تنقید کے موثر ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔

اسی لحاظ سے' حضورؐ کا ایک حکیمانہ طریقہ یہ بھی تھا کہ آپؐ نام لے کر تنقید و احتساب کرنے کے بجائے عام انداز میں نصیحت فرماتے کہ "لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ---"۔

○

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(دین کی باتیں) سکھاؤ' مگر آسانی پیدا کرو' سکھاؤ مگر آسانی پیدا کرو' (سکھاؤ مگر آسانی پیدا کرو)' تین بار ارشاد فرمایا۔ اور جب غصہ کا غلبہ ہو تو خاموشی اختیار کرو' یہ دو بار ارشاد فرمایا (الادب المفرد، بحوالہ ایضاً' ص ۸۲)۔

حضورؐ نے آسانی پیدا کرنے کی شدید تاکید فرمائی ہے۔ دین آسان ہے۔ دین کی تعلیمات کو سیکھنے والوں کے مزاج' استعداد' پسند اور ناپسند کے لحاظ سے آسان' اور غلو' باریک بینی اور سختی و تشدد سے پاک ہونا چاہیے۔ تعلیم کا طریقہ بھی سہولت اور نرمی پر مبنی ہونا چاہیے۔

غصہ اپنی ذات کی خاطر بھی آسکتا ہے' سیکھنے والے کی کم فہمی' غلطی' غلطی پر اصرار' ضد اور ہٹ دھرمی' بے ادبی اور بدتمیزی کی وجہ سے بھی۔ غصہ کے غلبہ کے بعد اس کا امکان ختم ہو جاتا ہے کہ تعلیم اور نصیحت اثر کرے گی۔ انداز' لہجہ' آواز' الفاظ' سب میں شدت ہو گی۔ دل سوزی اور خالص خیر خواہی بھی ختم ہو جائے گی۔ سیکھنے والے میں بھی ردعمل پیدا ہو گا۔

اس لیے غصہ آجائے تو جس کے پیش نظر اصلاح ہو' اس کے لیے ایک ہی راستہ ہے---وہ ہے خاموشی۔ خواہ اصلاح کرنے والے والدین ہوں یا اساتذہ' داعی' واعظ ہوں۔ خاموشی نہ اختیار کی تو قوی امکان ہے کہ ناصح و معلم اپنے اعمال بد میں اضافہ ہی کرلے گا۔